زبان کی آفتوں کا بیان

مولانا غلام مصطفیٰ صاحب
فاضل ومتخصص جامعہ بنوری ٹاؤن

زبان عظیم نعمت:

زبان اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے، اس کا حجم اگر چہ مختصر ہے، لیکن اس کی اطاعت بھی زیادہ ہے اور گناہ بھی بڑا ہے۔ ایمان اور کفر دونوں حقیقتوں کا اظہار زبان سے ہوتا ہے۔ زبان ہی ایک ایسا عضو ہے جس کا دائرۂ اختیار بہت وسیع ہے، جس طرح زبان خیر کے میدان میں دوڑ سکتی ہے، اسی طرح شر کے میدان میں بھی اسے کوئی شکست دینے والا نہیں، اس لئے زبان پر قابو رکھنا نہایت ضروری ہے، جو شخص زبان پر قابو نہیں رکھتا، شیطان اس سے نہ جانے کیا کچھ کہلوا لیتا ہے اور اسے بُرے انجام کی طرف لے جاتا ہے، حدیث شریف میں ہے:

''هل يكب الناسَ في النار على مناخرهم إلا حصائدُ ألسنتهم''۔ (ابن ماجہ، ص:۲۸۶)

ترجمہ:۔''لوگ اپنی زبانوں کا بویا کاٹنے کے لئے ہی دوزخ میں ناک کے بل اوندھے ڈالے جاتے ہیں''۔

زبان کے شر سے وہی شخص محفوظ رہ سکتا ہے جو اسے شریعت کی لگام پہنائے اور سنت کی زنجیریں ڈال دے اور صرف وہی بات کرے جو دین ودنیا کے لئے مفید ہو اور ہر ایسی بات سے رک جائے جس کی ابتداء یا انتہاء سے برے انجام کی توقع ہو۔ عام طور پر زبان کی آفات سے بچنے میں تساہل برتا جاتا ہے اور اس کے شر کو معمولی سمجھ کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے، حالانکہ یہ شیطان کا مؤثر ترین ہتھیار ہے۔ جو شخص زبان سے تعلق رکھنے والی آفتوں کی باریکیاں سمجھ لے گا، وہ اس اعتراف پر مجبور ہوگا کہ اس سلسلے میں سرکار دوعالم ﷺ کا یہ فرمان حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے:''من صمت نجا''۔ (مشکوٰۃ، ج:۲، ص:۴۱۳) ترجمہ:''جو شخص خاموش رہا اس نے نجات پائی''۔

چنانچہ ذیل میں زبان کی آفتیں تفصیل سے الگ الگ درج کی جاتی ہیں۔

۱:۔ لایعنی کلام

بہتر یہ ہے کہ آدمی صرف وہ بات کہے جو جائز ہو اور جس میں نہ ہی بولنے والے کے لئے کوئی ضرر ہو اور نہ کسی دوسرے مسلمان بھائی کے لئے۔ جائز اور ضرر نہ دینے والی بعض باتیں ایسی بھی زبان سے نکل جاتی ہیں جن کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی، یہ لایعنی اور بے فائدہ باتیں ہوتی ہیں، ان میں وقت کا ضیاع بھی ہے اور آخرت کا محاسبہ بھی ہے، کیونکہ متکلم اگر بولنے کے بجائے اللہ کی صفات میں غور وفکر کرتا تو ممکن تھا کہ اللہ اس فکر کے نتیجے میں اس پر اپنی رحمتوں کے دروازے کھولتا، نیز بولنے کے بجائے اللہ کی تسبیح وتحمید اور تہلیل کر لیتا تو یہ اس کے حق میں زیادہ مفید ہوتا۔ کتنے الفاظ ایسے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی ادا ہو تو جنت میں محل تیار ہو جائے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر ترک کر کے کسی لایعنی اور بے فائدہ مگر مباح کام میں مشغول ہو جائے، وہ اگر چہ گنہگار نہیں، مگر یہی نقصان کیا کم ہے کہ اسے نفع عظیم حاصل نہ ہو سکا؟۔

بندہ کا اصل سرمایہ اس کے اوقات ہیں، اگر اوقات لایعنی کاموں میں صرف کئے اور اس سرمایہ کو آخرت کے لئے ذخیرہ نہ رکھا تو سوائے نقصان کے اور کیا ہاتھ لگے گا؟ اسی لئے نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

''من حسن إسلام المرء ترکه ما لایعنیه'' (مشکوٰۃ، ج:۲، ص:۴۱۳)

ترجمہ:۔ ''آدمی کے اسلام کے اچھے ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ لایعنی کام ترک کر دے''۔

۲:۔ زیادہ بولنا

زیادہ بولنا بھی ناپسندیدہ عمل ہے، اس میں بے فائدہ کلام بھی شامل ہے اور وہ کلام بھی جو مفید تو ہو، مگر حدِ ضرورت سے زائد ہو۔ مفید کلام مختصر بھی ہو سکتا ہے، جو شخص اختصار پر قدرت رکھنے کے باوجود ایک لفظ کی جگہ دو لفظ بولے تو یہ کہا جائے گا کہ وہ فضول گو ہے، یہ فضول گوئی بھی ممنوع ہے، اگر چہ اس میں کوئی گناہ یا ضرر نہیں۔ خیر القرون کے دور میں کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور دنیا کی شدید ضرورتوں سے تعلق رکھنے والے کلام کے علاوہ ہر کلام زائد شمار ہوتا تھا۔ انسان کی زبان سے نکلنے والا ہر لفظ نامۂ اعمال میں لکھا جا رہا ہے، قرآن کریم میں ہے:

''مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ''۔ (ق:۱۸)

ترجمہ: ''اور وہ زبان سے کوئی لفظ نہیں نکال پاتا، مگر اس کے پاس ایک تاک لگانے والا تیار ہے''۔

پس اسی شخص کے لئے فضیلت ہے جو زائد باتوں سے زبان کو روکے رکھے۔ حدیث میں ہے:

”طوبیٰ لمن عمل بعلمه وأنفق الفضل من ماله وأمسک الفضل من قوله“۔ (شعب الایمان، ج:۷،ص:۲۲فصل فی فضل السکوت عن کل مالا یعنیہ)

ترجمہ:۔”خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جو اپنے علم پر عمل کرے، زائد مال خرچ کرے اور زبان کو زائد کلام سے روکے“۔

لیکن افسوس! آج لوگوں نے عملاً اس حدیث کا مفہوم بدل ڈالا ہے، اب زائد مال جمع کرتے ہیں اور زبان کو زائد کلام سے نہیں روکتے۔

۳:۔ باطل کا تذکرہ

باطل سے وہ کلام مراد ہے جس کا تعلق معاصی سے ہو، مثلاً عورتوں کے حسن و جمال، عشق ومحبت کے قصے، فسق وفجور کا حال وغیرہ بیان کرنا، یہ سب امور باطل ہیں، ان میں مشغول رہنا ناجائز ہے۔تفریحی گفتگو آج کے دور کا خاص مشغلہ ہے، اکثر مجالسِ عوام کا موضوع باطل ہوتا ہے، کہیں کسی کا مذاق اڑایا جاتا ہے، کسی کے عیوب ظاہر اور کسی کے تلاش کئے جاتے ہیں، کسی کے خلاف سازشیں کی جاتی ہیں، غرض یہ کہ کوئی مجلس معصیت سے خالی نہیں ہوتی۔ باطل امور کا تذکرہ خطرناک آفت ہے، اس آفت کا شکار ہونے والا تباہ وبرباد ہوجاتا ہے، اگرچہ اس تذکرہ کو معمولی سمجھتا ہے اور اس کے خطرات کا احساس نہیں کرتا، مگر روزِ قیامت اس پر یہ انکشاف ہوگا کہ وہ جس معصیت کو معمولی سمجھ رہا تھا، وہ اس کے لئے کتنی تباہی لے کر آئی ہے، حدیث شریف میں ہے:

”إن أحدكم ليتكلم بالكلمة من رضوان الله ما يظن أن تبلغ ما بلغت فيكتب الله له بها رضوانه إلى يوم القيامة، إن أحدكم يتكلم بالكلمة من سخط الله ما يظن أن تبلغ ما بلغت فيكتب الله عليه بها سخطه إلى يوم يلقاه“۔ (ابن ماجہ:۲۸۵)

ترجمہ:۔”آدمی اللہ کو خوش کرنے والا ایک کلمہ بولتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اس سے کوئی بڑی خوشنودی حاصل نہیں ہوگی، لیکن اللہ تعالیٰ اس لفظ کی وجہ سے قیامت تک کے لئے اپنی رضامندی لکھ دیتے ہیں۔کبھی آدمی اللہ کو ناراض کرنے والا ایک لفظ بولتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ زیادہ ناراض نہیں ہوں گے، لیکن اللہ تعالیٰ اس ایک لفظ کی وجہ سے قیامت تک کے لئے اپنی ناراضی لکھ دیتے ہیں“۔

قرآن کریم کی یہ دو آیتیں بھی اسی مضمون کی طرف اشارہ کرتی ہیں:”وَکُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَآئِضِينَ“۔(مدثر:......) ترجمہ:”ہم تھے بحث کرتے بحث کرنے والوں کے ساتھ“۔

''فَلاتَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖ''۔ (نساء:۱۴۰)

ترجمہ:۔''جب تک وہ لوگ اور باتیں نہ کرنے لگیں ان کے پاس مت بیٹھو''۔

یہ باطل کلام غیبت، چغل خوری اور بدگوئی سے ایک الگ قسم ہے، باطل کلام ان ممنوعہ امور کا ذکر کرنا ہے جن کا سابق میں وجود ہو چکا ہو اور کوئی دینی ضرورت ان کے ذکر کی باعث نہ ہو، اس میں بدعات اور فاسد مذاہب کی حکایات اور صحابہؓ کے باہمی اختلافات کا ذکر بھی داخل ہے۔

۴:۔ بات کاٹنا اور جھگڑنا

احادیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے بات کاٹنے اور جھگڑنے سے منع فرمایا ہے، سرکار دوعالم ﷺ کا ارشاد ہے:

''لاتمار أخاک ولاتمازحه ولاتعده موعداً فتخلفه''۔(ترمذی، ج:۲،ص:۲۰)

ترجمہ:۔''اپنے بھائی کی بات مت کاٹ اور نہ اس سے (ناشائستہ) مذاق کر اور نہ اس سے ایسا وعدہ کر جسے تو پورا نہ کرے''۔

دوسری روایت میں ہے:

''من ترک الکذب وهو باطل بُنی له فی ربض الجنة ومن ترک المراء وهو محق بُنی له فی وسطها''۔ (سنن ترمذی، ج:۲،ص:۲۰)

ترجمہ:''جو شخص باطل پر ہونے کے باوجود جھوٹ چھوڑ دے، اس کے لئے جنت میں گھر بنایا جائے گا اور جو شخص حق پر ہوتے ہوئے بحث وجھگڑا ترک کردے، اس کے لئے جنت کے وسط میں گھر بنایا جائے گا''۔

ترمذی شریف میں ہے:

''ماضل قوم بعد هدی کانوا علیه إلا أوتوا الجدل''۔ (ترمذی، ج:۲،ص:۱۶۱)

ترجمہ:''ہدایت سے نوازے جانے کے بعد قومیں جھگڑوں کی وجہ سے گمراہ ہوئیں''۔

کج بحثی اور جھگڑنے کی برائی میں بے شمار روایات اور آثار موجود ہیں۔ جدال اور مراء میں اکثر یہی مقصود ہوتا ہے کہ فریق مخالف کو اس کے کلام میں الفاظ یا معانی کے اعتبار سے نقص نکال کر اس کو خاموش کردیا جائے، اس کی جہالت اور قصور وعجز کا بیان کیا جائے، تاکہ وہ رسوا ہو اور لوگ اس کا مذاق اڑائیں، اگر فریق مخالف کو حق کی خاطر تنبیہ کرنی ہو تو اس کے لئے کوئی اور طریقہ اختیار کرنے کی بجائے ایسا رویہ اپنانا جس سے اس کی توہین ہو اور اپنی فضیلت کا اظہار ہو، یہ بھی اس میں شامل ہے۔ بہرکیف یہ دونوں عیوب دراصل اس لئے پیدا ہوتے ہیں کہ ہر شخص کو اپنے مخالف کی تحقیر اور اپنی برتری مقصود ہوتی ہے، دوسرے کی تحقیر کا جذبہ اور اپنی برتری کی خواہش خودستائی کی

قبیل سے ہے اور خودستائی اپنے آپ کو بڑا، بلند و اعلیٰ سمجھنے کا ردعمل ہے۔

۵:۔خصومت

خصومت بھی ایک مذموم صفت ہے، یہ جدال اور مراء سے الگ ہے، اس سے مقصود کسی کے مال یا حق پر قبضہ کرنا ہوتا ہے۔ روایات میں خصومت کی مذمت وارد ہے۔ حضرت عائشہؓ سرکار دو عالم ﷺ کا ارشاد نقل فرماتی ہیں:

''إن أبغض الرجال إلى الله الألد الخصم''۔ (ترمذی، ج:۲،ص:۱۲۱)

ترجمہ: ''اللہ کے نزدیک آدمیوں میں سب سے بُرا شخص وہ ہے جو بہت زیادہ جھگڑالو اور خصومت پسند ہو''۔

شریعت میں اس بات کی اجازت ہے کہ اگر کسی انسان کا دوسرے پر کوئی حق ہو اور وہ اسے دینے پر رضامند نہ ہو تو اس کے حصول کے لئے خصومت کی جاسکتی ہے، لیکن ایسی خصومت جو باطل پر مبنی ہو یا بغیر علم کے کی جائے یہ مذموم ہے، جیسے وکیل یہ جانے بغیر کہ حق کس کی طرف ہے، کسی ایک فریق کی طرف سے لڑا کرتے ہیں، اسی طرح وہ خصومت بھی مذموم ہے جہاں اپنا حق وصول کرنا مقصود نہ ہو، بلکہ مخالف کو ایذاء پہنچانا اور موذی الفاظ استعمال کئے جائیں، اس کے ذریعہ حریف کی توہین و تذلیل مقصود ہو اور اس کا محرک بغض وعناد ہو۔ جو شخص لڑے بغیر اپنا حق وصول کرسکتا ہے، اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ خصومت کا راستہ اختیار نہ کرے، خصومت میں زبان کو حد اعتدال پر قائم رکھنا مشکل ہے، اس سے دلوں میں کینہ پیدا ہوتا ہے اور غصہ کی آگ بھڑک اٹھتی ہے اور جب آدمی مشتعل ہو تو اس سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ شریعت کی پابندی کرے گا۔

یہ درست ہے کہ جو شخص شرعی حدود کی رعایت کے ساتھ اپنے حق کے لئے خصومت کرتا ہے، وہ گناہ گار نہیں، مگر تارک اولیٰ ضرور ہے۔ خصومت، مراء اور جدال کا ادنیٰ شر یہ ہے کہ آپس میں اچھی طرح بات کرنے کی روایات ختم ہو جاتی ہیں، حالانکہ حسن کلام، حسن معاشرت کا جزء ہے اور قابلِ ثواب عمل ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْناً'' (بقرہ:۸۳)....: ''اور لوگوں سے بات اچھی طرح کہنا''۔ ایک حدیث میں ہے:

''أتقوا النار ولو بشق تمرة فإن لم تجد فبكلمة طيبة''۔ (مسلم، ج:۱،ص:۳۲۷)

ترجمہ: ''آگ سے بچو، اگرچہ چھوارے کا ایک ٹکڑا دے کر، یہ نہ ملے تو کوئی اچھا لفظ بول کر۔

۶:۔فصاحتِ کلام کے لئے تصنع

خلاف عادت وطبیعت بتکلف اپنے کلام، خطاب یا عام بول چال میں کلام کو سنوارنا، تمہیدات

ومقدمات گھڑنا اور اسے سجع وقافیہ سے آراستہ کرنا شریعت میں مذموم ہے، کثیر روایات میں اس کی مذمت آئی ہے، ایک حدیث میں ہے: ''أنا وأتقياء أمتی براءٌ من التکلف''۔ (احیاء العلوم بحوالہ طبرانی)... ''میں اور میری امت کے متقی تکلف سے دور ہیں''۔

اسی طرح ایک جنین (پیٹ کے بچے) کے ضائع ہونے پر جب آپ ﷺ نے بطور تاوان مجرمین سے غلام آزاد کرنے کا کہا تو ایک شخص بولا:

''كيف ندى من لاصاح ولا أكل ولاشرب ولا استهل ......''۔

(سنن ابی داؤد، ج:۲،ص:۲۸۲)

ترجمہ:۔''ہم ایسے بچے کا خون بہا کیسے دیں؟ جو نہ چیخا، نہ کھایا، نہ پیا اور نہ چلایا، (ایسا خون بہا معاف ہے)''۔

آنحضرت ﷺ نے اس شخص سے فرمایا: ''جاہلوں جیسی تک بندی کرتے ہو'' آپ ﷺ کو تکلفانہ سجع اور تصنع پسند نہ آیا، لہذا کلام ایسا کرنا چاہئے جو مخاطب کی سمجھ میں آجائے، کلام کا مقصد ہی دوسرے کو سمجھانا ہے۔

۷:...فحش گوئی، سب وشتم

یہ بھی مذموم وممنوع ہے، فحش گوئی وسب وشتم کا منبع خبث باطن ہے۔ نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد ہے:

''ماكان الفحش في شئ إلا شانه وماكان الحياء في شئ إلا زانه''۔

(ترمذی، ج:۲،ص:۱۸)

ترجمہ:۔''فحش گوئی کسی میں نہیں ہوتی، مگر اسے بدنما بناتی ہے اور حیاء کسی میں نہیں ہوتی، مگر اسے خوشنما بناتی ہے''۔

دوسری حدیث میں ہے:

''ليس المؤمن بالطعان ولا اللعان ولا الفاحش ولاالبذی''۔ (ترمذی، ج:۲،ص:۱۸)

ترجمہ:۔''عیب لگانے والا، لعنت کرنے والا، فحش کہنے والا اور زبان دراز آدمی مؤمن نہیں ہوتا''۔

قبیح امور کو صریح الفاظ میں ذکر کرنا فحش گوئی ہے، بوقت ضرورت اس طرح کے امور اشاروں اور کنایوں سے بھی بتلائے جاسکتے ہیں، لیکن اس کے بجائے ان کو صریح الفاظ میں بیان کرنا ناپسندیدہ ہے، فحش گوئی کا محرک عادت بھی ہوتی ہے اور اہل فسق کی صحبت بھی، کیونکہ فسق، فجور میں مبتلا لوگوں کو سب وشتم کی عادت ہوتی ہے، جو لوگ ان کی صحبت اختیار کرتے ہیں وہ بھی اس عادت سے متأثر ہوتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''سباب المؤمن فسوق وقتاله کفر ''۔ (بخاری، ج:۲،ص:۸۹۳)

ترجمہ:۔''مؤمن کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے قتال کرنا کفر ہے''۔

۸:...لعنت کرنا

لعنت کرنا خواہ انسان پر ہو یا حیوان پر یا جمادات پر مذموم ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''لایکون المؤمن لعانا'' یعنی''مؤمن لعنت کرنے والا نہیں ہوتا''۔ (ترمذی) دوسری روایت میں ہے

''إن اللعانین لایکونون شهداء ولاشفعاء یوم القیامة''. (مسلم، ج:۲،ص:۳۲۳)

ترجمہ:۔''لعنت کرنے والے لوگ قیامت کے دن نہ گواہ ہوں گے، نہ سفارشی''۔

لعنت کے معنی ہیں اللہ کی رحمت سے ہٹانا اور دور کرنا۔ جن لوگوں پر لعنت شرع سے ثابت ہے ان کا نام لے کر لعنت کرنے میں کوئی حرج نہیں، مثلاً فرعون، ہامان، ابوجہل...... کیونکہ شریعت سے ثابت ہے کہ یہ کفر پر ہی مرے تھے، لیکن کسی زندہ معیّن شخص کو ملعون کہنا، اگرچہ وہ فسق وفجور میں مبتلا ہو، درست نہیں، کیونکہ ممکن ہے اللہ اسے توبہ کی توفیق دے دے اور وہ اللہ کی قربت پاکر مرے۔ آدمی کے احوال ہمیشہ یکساں نہیں ہوتے، کیا معلوم کس کا انجام کیا ہوگا؟ یہ بات تو صرف آنحضرت ﷺ وحی کے ذریعہ جان سکتے تھے۔ جن لوگوں کے انجام سے آپ ﷺ باخبر تھے ان کا نام لے کر لعنت کرنا حدیث سے ثابت ہے، مثلاً ایک روایت میں یہ بددعا ہے:

''اللّٰهم علیک بأبی جهل بن هشام وعتبة بن ربیعة''۔ (مسلم، ج:۲،ص:۱۰۸)

ترجمہ:۔''اے اللہ! ابوجہل بن ہشام اور عتبہ بن ربیعہ کو اپنے قہر میں جکڑ لیجئے''۔

آپ ﷺ نے ان لوگوں پر لعنت فرمائی جو جنگ بدر میں کفر پر مارے گئے تھے، کیونکہ ان کا انجام معلوم تھا، لیکن جب آپ ﷺ نے ان پر لعنت فرمائی جنہوں نے بیر معونہ کے موقع پر اصحابؓ کو شہید کیا تھا تو آپ ﷺ کو اس سے منع کردیا گیا اور یہ آیت نازل ہوئی:

''لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْئٌ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْهِمْ اَوْ یُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظَالِمُوْنَ''۔

(آل عمران:۱۲۸)

ترجمہ:۔''اے پیغمبر! اس کام میں تمہارا کچھ اختیار نہیں، یا اللہ ان کے حال پر مہربانی کرے یا انہیں عذاب دے کہ یہ ظالم لوگ ہیں''۔

رہا یہ کہ یزید پر لعنت جائز ہے یا نہیں؟ تو اہل سنت کا قول اس بارے میں یہ ہے کہ یزید سے قتل اور اجازتِ قتل دونوں یقینی طور پر ثابت نہیں ہیں، لہذا اس پر لعنت کا شرعاً جواز نہیں ہے۔

۹:۔ راگ اور شاعری

راگ اور شاعری کونسی حلال ہے اور کونسی حرام اور کیا شرائط وآداب ہیں؟ یہ تفصیلی بحث ہے اور اس کے جواز وعدم جواز میں بھی علماء کا اختلاف ہے، یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں، اس سلسلے میں حضرت تھانویؒ کا رسالہ ''حق السماع'' مطالعہ کرنا چاہئے۔

جہاں تک شاعری کا تعلق ہے تو اچھی شاعری اچھی اور بری شاعری بری ہے، البتہ شاعری کے لئے اپنے آپ کو وقف کردینا اور اسے اپنا مشغلہ بنانا اچھا نہیں ہے، سرکار دو عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

''لأن یمتلئ جوف أحدکم قیحاً حتی یریه خیر له من أن یمتلئ شعرا''۔

(بخاری، ج:۲،ص:۹۰۹)

ترجمہ:۔''تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ سے بھر جائے اور وہ اسے خراب کر دے، یہ اس سے بہتر ہے کہ شعر سے بھر جائے''۔

نہ شعر کہنا حرام ہے، نہ شعر بنانا، لیکن شرط یہ ہے کہ اس میں کوئی بات شرعی حدود سے متجاوز نہ ہو، حدیث شریف میں ہے: ''إن من الشعر لحکمة''۔ (بخاری، ج:۲،ص:۹۰۸)....بلا شبہ بعض اشعار حکمت سے پُر ہوتے ہیں''۔ اشعار عموماً مدح وذم کے مضامین پر مشتمل ہوتے ہیں اور ان میں جھوٹ کی بڑی گنجائش ہے، تاہم نہ مطلق ہجو (مذمت) ناپسندیدہ ہے، نہ مطلق مدح (تعریف) مکروہ، دونوں کے اپنے اپنے مواقع ومحل ہیں، خود سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت حسان بن ثابتؓ سے کفار کی ہجو بیان کرنے کے لئے کہا۔ (بخاری ومسلم، براء بن عازبؓ) شعر وشاعری میں حد درجہ مبالغہ آمیزی درست نہیں۔

۱۰:۔ مزاح

مزاح اگر تھوڑی مقدار میں ہو اس میں مضائقہ نہیں، لیکن کثرتِ مزاح بھی ممنوع اور ناپسندیدہ ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''لاتمار أخاک ولاتمازحه''۔ (ترمذی، ج:۲،ص:۲۰)

ترجمہ:''نہ اپنے بھائی کی بات کاٹ اور نہ اس سے مذاق کر''۔

اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ چونکہ بات کاٹنے میں متکلم کی توہین اور اسے اذیت میں مبتلا کرنا ہے، لہذا یہ منع ہے اور مزاح میں اگرچہ کسی کی اہانت یا اذیت دینا مقصود نہیں، تاہم اس میں مبالغہ کرنا یا مداومت اختیار کرنا ممنوع اور انجام کے اعتبار سے نقصان دہ ہے۔

یہ صحیح ہے کہ آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحابؓ سے مزاح منقول ہے، لیکن ان

حضرات کے مزاح کو اپنے مزاح پر قیاس کرنا درست نہیں، اگر کوئی شخص واقعۃً اس مزاح پر قادر ہو جو آپ ﷺ اور آپ کے اصحابؓ سے منقول ہے تو یہ نہ مذموم ہے، نہ غیر پسندیدہ، بلکہ ایک درجہ میں مسنون ومستحب عمل ہے۔ آپ ﷺ کے مزاح میں نہ جھوٹ کی آمیزش تھی، نہ کوئی ایسی بات تھی جس سے دوسروں کو ایذاء ہوتی ہو، نہ اس میں مبالغہ تھا، بلکہ آپ شاذ ونادر ہی مزاح کیا کرتے تھے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ: میں مذاق کرتا ہوں، لیکن: ''ولاأقول إلا حقا'' ۔(ترمذی، ج:۲، ص:۲۰) یعنی ''میں سچ کے علاوہ کچھ نہیں کہتا''۔ یہ آپ ﷺ ہی کی شان تھی کہ خوش طبعی اور دل لگی کے مواقع پر بھی زبان سے کلمۂ حق ہی نکلتا، دوسرے لوگ خواہ کتنے اعلیٰ درجے پر ہی فائز کیوں نہ ہوں، مذاق کے کوچے میں قدم رکھنے کے بعد کذب سے اپنا دامن بچانے پر قادر نہیں رہتے، ان کا مقصد لوگوں کو ہنسانا ہوتا ہے، خواہ کسی طرح بھی ہنسائیں۔ کتنی عجیب بات ہے کہ آدمی مزاح کو پیشہ بنالے اور روز وشب کے مشغلے کے طور پر اپنائے رکھے اور پھر رسول اکرم ﷺ کے فعل سے حجت پکڑے اور یہ سمجھے کہ میں آپ ﷺ کی اتباع کررہا ہوں، یہ جہالت کی بات ہوگی۔

۱۱:۔استہزاء

کسی کا مذاق اڑانا بھی پسندیدہ عمل نہیں ہے، کیونکہ اس سے دوسروں کو اذیت ہوتی ہے، قرآن کریم میں ہے:

''یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَایَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسٰی أَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَلاَ نِسَاءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰی أَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ''۔ (الحجرات:۱۱)

ترجمہ:۔''اے مؤمنو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے، ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں، عورتوں سے (تمسخر کریں) ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہوں''۔

تمسخر کے معنی ہیں اہانت وتحقیر کے ارادے سے کسی کے عیب بیان کرنا کہ سننے والے کو ہنسی آجائے۔ تمسخر قول، اشارے، کنائے اور کسی کے فعل کی نقل سے بھی ہوتا ہے، اگر پس پشت ہو تو یہ غیبت ہے اور سامنے ہو تو تمسخر واستہزاء ہے، بہت ساری احادیث میں نبی کریم ﷺ نے دوسروں کی نقل اتارنے، کسی کے ساتھ تمسخر واستہزاء سے منع فرمایا ہے۔

۱۲:۔افشاءِ راز

کسی کا راز افشاء کرنا بھی منع ہے، کیونکہ یہ ایک خیانت ہے اور دوستوں اور شناساؤں کی حق تلفی ہے، آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

”إذا حدث الرجل الحديث ثم التفت فهي أمانة“۔(ترمذی،ج:۲،ص:۱۷)

ترجمہ:۔”جب کوئی آدمی بات کہے اور چلا جائے تو یہ امانت ہے“۔

۱۳:۔جھوٹا وعدہ

انسان کی زبان وعدہ کرنے میں سبقت کرتی ہے، پھر بعض اوقات نفس زبان کے وعدہ کا پاس نہیں رکھتا اور اسے وفا کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا، اس صورت میں وعدہ خلافی ہوتی ہے، یہ امر نفاق کی علامت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا أَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ“۔ (مائدہ:۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے اقراروں کو پورا کرو“۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنے پیغمبر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے اس وصف کا خاص طور پر ذکر کیا ہے کہ وہ وعدے کے پکے تھے، ارشاد ربانی ہے:”إِنَّهٗ کَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَکَانَ رَسُوْلاً نَبِیاً“۔(مریم:۵۴)....”وہ وعدے کے سچے اور ہمارے بھیجے ہوئے نبی تھے“۔

احادیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے وعدہ پورا نہ کرنے والے کے لئے شدید وعید بیان فرمائی، مسلم شریف میں ہے:

”اٰية المنافق ثلٰث وإن صام وصلی وزعم أنه مسلم، إذا حدث کذب وإذا وعد أخلف وإذا اؤتمن خان“۔ (مسند ابویعلی، ج:۱۱،ص:۴۰۶)

ترجمہ:۔”تین باتیں جس میں ہوں وہ منافق ہے، اگرچہ وہ روزہ رکھے، نماز پڑھے اور یہ دعویٰ کرے کہ میں مسلمان ہوں، ایک یہ کہ بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو پورا نہ کرے، اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے“۔

۱۴:۔جھوٹ بولنا اور قسم کھانا

یہ بھی بدترین عیب اور عظیم گناہ ہے، دونوں سے متعلق سرکار دوعالم ﷺ کے کثیر ارشادات منقول ہیں، ارشاد نبوی ہے:

”ما یزال العبد یکذب ویتحری الکذب حتی یکتب عند الله کذابا“۔

(ترمذی،ج:۲،ص:۱۸)

ترجمہ:۔”بندہ ہمیشہ جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ کی جستجو میں رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک جھوٹا لکھا جاتا ہے“۔

ترمذی شریف میں ہے:

''ما حلف حالف بالله يمين صبر فأدخل فيها مثل جناح بعوضة إلا جعلت نكتة في قلبه إلى يوم القيامة''۔ (ترمذی، ج:۲،ص:۱۳۱)

ترجمہ:۔''کوئی قسم کھانے والا قسم کھا کر کوئی بات کہے اور اس میں مچھر کے پَر کے برابر (جھوٹ) داخل کرے تو یہ اس کے دل پر قیامت تک کے لئے ایک (سیاہ) داغ بن جائے گا''۔

ابوداؤد شریف کی روایت میں ہے:

''إياكم والكذب فإن الكذب يهدى إلى الفجور وإن الفجور يهدى إلى النار''۔ (ابوداؤد)

ترجمہ:''جھوٹ سے بچو، اس لئے کہ جھوٹ برائی کی طرف لے جانے والا ہے اور برائی جہنم لے جانے والی ہے''۔

۱۵:۔غیبت اور چغل خوری

غیبت یہ ہے کہ کسی آدمی کا اس طرح ذکر کیا جائے کہ اگر وہ سنے تو برا جانے، خواہ اس ذکر میں اس کے جسمانی نقص، اخلاقی عیب یا اس کے قول وفعل کو ہدف بنایا جائے۔ نبی کریم ﷺ سے غیبت سے متعلق دریافت فرمایا گیا تو آپ ﷺ نے یہی تعریف فرمائی:''ذكرك أخاك بما يكرهه''۔(ترمذی، ج:۲،ص:۱۵) یعنی''اپنے بھائی کی ناپسندیدہ بات کا ذکر کرنا غیبت ہے''۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر وہ بات اس میں موجود ہو؟ فرمایا: اگر موجود ہو تو غیبت ہے، ورنہ تہمت ہے۔

غیبت صرف زبانی ذکر ہی کو نہیں کہتے، بلکہ ہر وہ عمل غیبت میں داخل ہے جس سے کسی کا عیب دوسرے پر ظاہر ہو، خواہ اشارے سے ہو یا کنائے سے۔

چغل خوری کی تعریف یہ ہے کہ کسی شخص کا قول اس آدمی کے سامنے نقل کیا جائے جس کے بارے میں کہا گیا ہو، مثلاً یہ کہا جائے کہ فلاں شخص تمہارے بارے میں یہ کہہ رہا تھا، خواہ یہ بات کہنے والے کو بری لگی یا جس کے بارے میں کہا گیا ہو۔غرض چغلی ناپسندیدہ بات کے اظہار کا نام ہے، یہ سنگین جرم ہے اور چغل خوری کا شر بڑا ہے، یہ تفریق بین المسلمین اور فساد کا سبب ہے، قرآن کریم کی کثیر آیات اور نبی کریم ﷺ کی بے شمار روایات میں غیبت اور چغل خوری کی مذمت کی گئی ہے۔

قرآن کریم میں غیبت کو اپنے مردہ بھائی کے گوشت کھانے سے تشبیہ دی گئی ہے:

''وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضاً أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَّأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتاً

فَكَرِهْتُمُوْهُ‘‘۔ (الحجرات:۱۲)

ترجمہ:۔’’اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟‘‘۔

چغل خوری سے متعلق ارشاد ہے:

’’وَلَاتُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ، هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيْمٍ‘‘۔ (القلم:۱۰،۱۱)

ترجمہ:’’اور کسی ایسے شخص کے کہنے میں نہ آجانا جو بہت قسمیں کھانے والا ذلیل اوقات ہے، طعن آمیز اشارے کرنے والا، چغلیاں لئے پھرنے والا ہے‘‘۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:’’وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ‘‘۔(ھمزہ:۱)....’’ہر طعن آمیز اشارے کرنے والے چغل خور کی خرابی ہے‘‘۔اس آیت میں بھی بعض مفسرین نے ’’لُمَزَةٌ‘‘ سے چغل خوری مراد لیا ہے۔حضرت جابرؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:’’الغيبة أشد من الزنا‘‘۔(مشکوٰۃ، ج:۲،ص:۴۱۵)....’’غیبت زنا سے سخت تر ہے‘‘۔وجہ یہ ہے کہ آدمی ارتکاب زنا کے بعد توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے معاف فرمادیں تو اس گناہ سے نجات پاجاتا ہے، لیکن غیبت کا گناہ اس وقت تک معاف نہیں ہوتا جب تک وہ شخص معاف نہ کردے، جس کی غیبت کی گئی ہے، ابوداؤد شریف کی روایت میں ہے، نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

’’لما عرج بي مررت بقوم لهم أظفار من نحاس يخمشون وجوههم وصدروهم فقلت من هؤلاء يا جبريل؟ قال: هؤلاء الذين يأكلون لحوم الناس ويقعون في أعراضهم‘‘ (ابوداؤد، ج:۲،ص:۳۲۶)

ترجمہ:۔’’معراج کی رات میرا گذر ایسے لوگوں پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اپنے ان ناخنوں سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے، میں نے جبریلؑ سے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کی غیبت کرتے ہیں اور ان کی آبرو سے کھیلتے ہیں‘‘۔

چغل خور کے بارے میں ارشاد نبوی ہے:

’’لايدخل الجنة نمّام‘‘۔ (مسلم،ا،ص:۷۰)

ترجمہ:۔’’چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا‘‘۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو زبان کی آفتوں اور شرور سے محفوظ رکھے۔آمین